تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7منٹ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

صفتِ رحیمیّت انسان کو بلند بھی کرتی ہے اور جھکاتی بھی ہے

(حصہ اول)

(تقریر نمبر4)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (الفاتحہ)

سب خیر ہے اِسی میں کہ اُس سے لگاؤ دِل
ڈھونڈو اُسی کو یارو! بُتوں میں وفا نہیں

(درثمین)

معزّز سامعین! مجھے آج صفاتِ باری تعالیٰ میں سے صفت **الرَّحِيْمِ** پر گفتگو کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمانیّت کے وسیع فیضان نے جب انسان کو وجود، زندگی، شعور، رزق، ہوا، پانی، روشنی، عقل، محبت، قوّت اور بے شمار ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کیں تو انسان رحیمیّت کے تحت دعا کے ذریعے اپنے ربّ سے تعلق قائم کرتا ہے، نیک عمل کے ذریعے اپنی فطرت کو سنوارتا ہے۔ رحیمیّت دراصل وہ الٰہی فیضان ہے جو انسان کی روحانی تربیت، اُس کی اصلاح، اُس کے اعمالِ صالحہ، اُس کی دعا، اُس کے تضرّع اور اُس کے تزکیۂ نفس کے ساتھ ایک زندہ تعلق قائم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے الرَّحْمٰنِ کے فوراً بعد **الرَّحِيْمِ** کا ذکر کیا۔ اوّل تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں رحیم کو رحمٰن کے ساتھ ملا کر پیش کیا ہے۔ رحمٰن کے تحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن انعامات کی عطا ہے جو انسان نے اپنے اللہ سے نہیں مانگیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی ضروریات کے پیشِ نظر اُسے عطا کیں۔ اور **الرَّحِيْمِ** صفت کے تحت ایک مؤمن جو اپنے اللہ سے مانگتا ہے اُس کے سبب اللہ اُسے عطا کرتا ہے۔ اِس صفت کا زیادہ تر تعلق اُس کے موحّد بندوں سے ہے۔ جو اللہ کو اَحَدٌ مان کر مانگے گا اُسے دیا جائے گا۔ جبکہ الرَّحْمٰنِ عام ہے جس کا فیض ہر خاص و عام کو ملتا ہے۔ یہ دونوں صفات جب آپس میں مل جائیں تو کمال دکھلاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر اہم کام جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہے۔

(حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 21)

اللہ تعالیٰ سورۃ الفاتحہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ جس کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہ چند الفاظ دراصل انسان اور خدا کے تعلق کی ایک مکمل داستان اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہمیں بتاتا ہے کہ وہ ہمارا رب ہے جو ہر لمحہ ہماری پرورش اور تربیت فرما رہا ہے، الرَّحْمٰنِ ہمیں اس بے حساب رحمت کا احساس دلاتا ہے جو ہماری اہلیت سے پہلے ہی ہمارے گرد پھیلی ہوئی ہے اور الرَّحِيْمِ ہمیں اُس خاص رحمت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو انسان کی روحانی تکمیل سے وابستہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رحیمیّت کی حقیقت کو ایک جامع انداز میں بیان فرمایا:

"اَلرَّحِیْم یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے اور یہ صفَتِ رحیمیّت کے نام سے موسوم ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 373)

یعنی رحیمیت کا قانون یہ ہے کہ بندے کی سچی کوشش کو بے معنی نہیں ہونے دیا جاتا۔ کبھی نتیجہ اسی دنیا میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی آنے والی نسلوں میں، کبھی کسی دوسری شکل میں اور کبھی اس روحانی تبدیلی کی صورت میں جسے انسان خود بھی اپنی زندگی کا سب سے بڑا انعام محسوس کرتا ہے۔

اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"فیض رحیمیت اُسی شخص پر نازل ہوتا ہے جو فیوض مترقّبہ کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے"

(اعجاز المسیح، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 140-141)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی حقیقت کو مِنَنُ الرحمٰن میں ایک نہایت بلیغ مثال کے ذریعے یوں واضح فرمایا ہے۔

"دوسری قسم رحمت کی وہ ہے جو انسان کے اعمالِ حسنہ پر مترتّب ہوتی ہے کہ جب وہ تضرّع سے دعا کرتا ہے تو قبول کی جاتی ہے اور جب وہ محنت سے تخمریزی کرتا ہے تو رحمتِ الٰہی اس تخم کو بڑھاتی ہے یہاں تک کہ ایک بڑا ذخیرہ اناج کا اس سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر غور سے دیکھو تو ہمارے ہر یک عمل صالح کے ساتھ خواہ وہ دین سے متعلق ہے یا دنیا سے، رحمتِ الٰہی لگی ہوئی ہے اور جب ہم ان قوانین کے لحاظ سے جو الٰہی سنتوں میں داخل ہیں کوئی محنت دنیا یا دین کے متعلق کرتے ہیں تو فی الفور رحمتِ الٰہی ہمارے شامل حال ہو جاتی ہے اور ہماری محنتوں کو سرسبز کر دیتی ہے۔"

(مِنَنُ الرحمٰن، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 148 حاشیہ)

قرآن کریم اعلان کرتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف:57)

کہ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔

رحمتِ الٰہی محسنین کے قریب ہے اور احسان دراصل زندگی کے پورے رویّے کا نام ہے۔ عبادت میں احسان، معاملات میں احسان، زبان میں احسان، خاندان میں احسان، تجارت میں احسان، اختلاف میں احسان، اقتدار میں احسان اور کمزور کے ساتھ سلوک میں احسان۔ اسی لیے اس آیت کے سیاق میں زمین میں فساد سے روکا گیا، خوف اور امید کے ساتھ خدا کو پکارنے کی تعلیم دی گئی اور پھر رحمت کو محسنین کے قریب قرار دیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کی تشریح میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی، فساد سے اجتناب اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا و تضرّع کو رحیمیّت کے حصول سے جوڑا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رحیمیت صرف فرد اور خدا کے درمیان کوئی پوشیدہ روحانی تعلق نہیں بلکہ معاشرے کی تعمیر کا بھی بنیادی اصول ہے۔ جس شخص کے دل میں رحیمیّت ہو وہ دوسروں کے حقوق پامال کر کے اپنی عبادت کو مکمل نہیں سمجھ سکتا۔ وہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ مسجد میں میرا قیام مجھے بازار میں ظلم کا حق دے دیتا ہے، ذکرِ الٰہی مجھے گھر میں سخت زبان استعمال کرنے سے بَری کر دیتا ہے یا نفلی عبادتیں مجھے کسی کمزور انسان کی حق تلفی کا جواز فراہم کر سکتی ہیں۔ رحیمیّت عبادت کو اخلاق میں تبدیل کرتی ہے اور اخلاق کو معاشرتی عدل میں۔

سامعین! قرآن کریم اسی روحانی سفر کے ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرۃ:219)

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہاں ایمان، ہجرت اور مجاہدہ کے ساتھ رحمت کی امید کو وابستہ کیا گیا ہے۔ ہجرت صرف زمین بدلنے کا نام نہیں بلکہ اپنے اندر کے جغرافیے کو بدلنے کا نام بھی ہے۔ انسان گناہ کی سرزمین سے توبہ کی طرف ہجرت کرتا ہے، خود پسندی سے عاجزی کی طرف ہجرت کرتا ہے، غفلت سے ذکر کی طرف ہجرت کرتا ہے، نفسانی خواہش کی غلامی

سے خدا کی رضا کی آزادی کی طرف ہجرت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے تحت خاص طور پر یہ سمجھایا کہ جسمانی ہجرت کے ساتھ روحانی ہجرت بھی ضروری ہے۔ کسی ملک یا شہر کو چھوڑ دینا اس وقت مکمل ہجرت بنتا ہے جب انسان اپنے نفس کی بُرائیوں کو بھی چھوڑنے کی کوشش کرے، عبادات کے معیار بلند کرے، مالی اور وقتی قربانی دے اور خدا تعالیٰ کے دین اور مخلوق کی خدمت کی طرف بڑھے۔

اسی مضمون کو قرآن کریم نے توبہ کو رحیمیّت کے ساتھ جوڑ کر انسان کے لیے امید کا ایک دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا ہے:

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (الفرقان: 71)

یعنی سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی بدیوں کو اللہ خوبیوں میں بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رحیمیّت کے ساتھ مغفرت کے اس تعلق کو نہایت خوبصورتی سے واضح فرمایا:

"رحیمیّت میں ایک خاصّہ پردہ پوشی کا بھی ہے مگر اس پردہ پوشی سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی عمل ہو اور اس عمل کے متعلق کوئی کمی یا نقص رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحیمیّت سے اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ رحمانیّت اور رحیمیّت میں فرق یہ ہے کہ رحمانیّت میں فعل اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ مگر رحیمیّت میں فعل و عمل کو دخل ہے۔ لیکن کمزوری بھی ساتھ ہی ہے۔ خدا کا رحم چاہتا ہے کہ پردہ پوشی کرے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 126-127، جدید ایڈیشن)

رحیمیّت اور دعا کا تعلق بھی اسی مقام پر پوری شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کے فلسفے کو ایک بچے کی مثال سے سمجھایا ہے جو اپنی ضرورت کے لیے روتا ہے اور ماں کے دل میں اس کی ضرورت پوری کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ کوئی لفاظی نہیں بلکہ یہ انسانی سرشت کا ایک لازمہ ہے۔ مانگنا انسان کا خاصّہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 81-82، جدید ایڈیشن)

رحیمیّت انسان کو یہ سکھاتی ہے کہ اپنی حاجت کے ساتھ خدا کے حضور جھکنا کمزوری نہیں ہے بلکہ انسانیت کا کمال ہے۔ انسان ہر چیز اپنے ہاتھ سے حاصل نہیں کر سکتا۔ کچھ دروازے اور راستے صرف دعا اور تضرّع سے روشن ہوتے ہیں اور کچھ تبدیلیاں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی کوشش کے باوجود اسی وقت ممکن ہوتی ہیں جب خدا کا فضل ان کوششوں کو اپنی قبولیّت کا لباس عطا کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"یہ احسان دوسرے لفظوں میں فیض خاص سے موسوم ہے اور صرف انسان کی نوع سے مخصوص ہے۔ دوسری چیزوں کو خدا نے دعا اور تضرّع اور اعمال صالحہ کا ملکہ نہیں دیا مگر انسان کو دیا ہے۔ انسان حیوان ناطق ہے اور اپنی نُطق کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا فیض پا سکتا ہے۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 249-250)

اور پھر فرمایا:

"حقیقت یہ ہے کہ دعا پر ضرور فیض نازل ہوتا ہے جو ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی کا نام فیض رحیمیّت ہے جس سے انسان ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی فیض سے انسان ولایت کے مقامات تک پہنچتا ہے اور خدا تعالیٰ پر ایسا یقین لاتا ہے کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 250)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جس دل نے خدا کے حضور سب سے زیادہ جھکنا سیکھا اُسی دل نے مخلوق کے لیے سب سے زیادہ درد محسوس کیا۔ قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (التوبۃ: 128)

کہ یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اُسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی کیفیت کو نمایاں کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119)

یہ جملہ رحیمیّت کے آفاقی پہلو کو سمجھنے کی ایک کلید ہے۔ خدا سے محبت اور انسان سے ہمدردی دو الگ سمتیں نہیں بلکہ ایک ہی روحانی نسبت کے دو مظاہر ہیں۔ جب انسان خدا کی رحمت کو حقیقتاً پہچان لیتا ہے تو وہ خدا کی مخلوق کے دکھ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ جو شخص ہر روز یہ مانتا ہے کہ میرا ربّ مجھے معاف کرتا ہے، میری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے، میری دعائیں سنتا ہے اور میری نیکی کو بڑھاتا ہے وہ خود دوسروں کے لیے ہمیشہ سزا، تحقیر اور نفرت کا نمائندہ نہیں رہ سکتا۔ خدا کی رحمت کا حقیقی عرفان دل کو نرم کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ

(صحیح بخاری کتاب الادب حدیث 5997)

یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمیّت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی۔ ایک شخص نے پیاسے کُتّے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو قبول فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ

(صحیح بخاری کتاب الادب حدیث 6009)

یعنی ہر زندہ جاندار کے ساتھ نیکی کرنے میں اجر ہے۔

یہ حدیث رحیمیّت کے دائرے کو انسانی حدود سے آگے لے جاتی ہے۔ ایک درخت، ایک پرندہ، ایک جانور، ایک بے زبان مخلوق بھی خدا کی مخلوق ہے۔ انسان کو زمین پر اختیار ملا ہے تو یہ اختیار ظلم کی اجازت نہیں بلکہ امانت ہے۔ پانی، درخت، جانور، زمین اور ماحول سب اس وسیع کائناتی نظام کا حصّہ ہیں جسے خدا تعالیٰ نے انسانی فائدے کے لیے بھی بنایا اور انسان کو اس کا ذمّہ دار بھی ٹھہرایا۔ رحیمیّت کا شعور رکھنے والا انسان اس دنیا کو صرف استعمال کرنے کی چیز نہیں سمجھتا بلکہ اُسے خدا کی امانت سمجھ کر برتتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کا راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا بھی نیکی قرار دیا گیا۔ (صحیح مسلم) اس کے اندر بھی رحیمیّت کا ایک عظیم فلسفہ پوشیدہ ہے کہ دوسروں کی زندگی میں ایک چھوٹی سی آسانی پیدا کرنا بھی خدا کے ہاں بڑی نیکی بن سکتی ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمیت کا اثر دعاؤں میں نظر آتا ہے کہ اگر کسی موقع پر کسی مؤمن کو آپ کے کسی سخت کلام کا سامنا ہوا تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس کے حق میں پاکیزگی اور رحمت کا ذریعہ بنادے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے جابجا رحم کی تعلیم دی ہے یہی اخوت اسلامی کا منشاء ہے"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 269)

اور فرمایا:

"اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"مخلوق خدا سے ایسے پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 460)

پھر فرمایا:

"جو لوگ دل کی سچائی سے خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں اور ہر یک تاریکی اور فساد سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں ایک خاص رحمت ان کے شامل حال ہو جاتی ہے۔"

(براہین احمدیہ از روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 450-452، حاشیہ نمبر 11)

یہاں رحیمیّت کا ایک عظیم راز آشکار ہوتا ہے کہ خدا کی خاص رحمت انسان کی طلب سے جڑتی ہے۔ جو ڈھونڈتا ہے وہی پاتا ہے۔ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہی کھلنے کی امید رکھتا ہے۔ جو اپنے اندر تبدیلی کی خواہش پیدا کرتا ہے اسی کے لیے تبدیلی کا راستہ کھلتا ہے۔ روحانی زندگی میں سب سے خطرناک حالت گناہ نہیں بلکہ اس حالت پر مطمئن ہو جانا ہے۔ گناہ کے بعد ندامت ہو تو اصلاح کا امکان باقی رہتا ہے لیکن جب انسان اپنی کمزوری کو کمزوری سمجھنا ہی چھوڑ دے تو اس کی روحانی ترقی رک جاتی ہے۔

اسی لیے استغفار رحیمیت کے فیض کا ایک بنیادی وسیلہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 16 ر فروری کے خطبے میں اس طرف خاص توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی رحیمیت سے حصہ پانے کے لیے صالح اعمال کے ساتھ استغفار بھی ضروری ہے۔ حضور انور نے اس حقیقت کو نمایاں فرمایا کہ انسان کو اپنے حاصل کردہ علم، نیکی یا روحانی مقام پر مغرور ہونے کے بجائے مسلسل عاجزی اور استغفار اختیار کرنا چاہیے تاکہ رحیم خدا کی رحمت اس پر قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحیمیّت انسان کو بلند بھی کرتی ہے اور جھکاتی بھی ہے۔ جتنا انسان خدا کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی اسے اپنی کمزوری کا احساس بڑھتا ہے۔

سامعین! رحیمیّت کا یہی اخلاقی ثمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں کامل صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2 ر مارچ 2007ء کے خطبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی متعدد مثالیں بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف ورحیم اور رحمۃ للعالمین کے طور پر پیش فرمایا اور یہ واضح کیا کہ معمولی سے معمولی بات پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ رحم موجزن ہو جاتا تھا اور مخلوق کی تکلیف آپ کے دل کو بے چین کر دیتی تھی۔

یہی وہ سیرت ہے جس میں رحیمیّت نظریہ نہیں رہتی بلکہ چلتی پھرتی حقیقت بن جاتی ہے۔ ایک بیمار کے لیے دعا، ایک محتاج کی فکر، ایک بچے کے ساتھ محبت، ایک جانور کے لیے پانی، ایک راستے سے تکلیف دور کرنا، ایک خطاکار کے لیے اصلاح کی امید، ایک مخالف کے لیے بھی خیر خواہی اور ایک مؤمن کی معمولی سی تکلیف کو محسوس کرنا، یہ سب رحیمیّت کے الگ الگ چہرے ہیں۔ ان سب کے پیچھے ایک ہی دل ہے اور وہ دل وہ ہے جو خدا کی محبّت سے معمور ہو کر خدا کی مخلوق کے درد سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔

رحیمیّت خاندان سے شروع ہو کر پوری انسانیت تک پہنچتی ہے۔ ایک ماں کا اپنے بچے کو سینے سے لگانا، ایک باپ کا خاموشی سے اولاد کی ضرورت پوری کرنا، ایک بیوی کا شوہر کی کمزوری کو سمجھنا، ایک شوہر کا بیوی کی قربانیوں کو محسوس کرنا، ایک بھائی کا دوسرے بھائی کے لیے جگہ پیدا کرنا، ایک دوست کا دوست کی خاموشی کو پڑھ لینا، ایک استاد کا کمزور طالب علم کو نظر انداز نہ کرنا، ایک ڈاکٹر کا مریض کو صرف ایک کیس نہیں بلکہ ایک انسان سمجھنا، ایک مزدور کے ساتھ عزّت سے پیش آنا، ایک مہاجر کو اجنبی نہ سمجھنا، ایک بوڑھے کو بوجھ نہ سمجھنا اور ایک جانور کو محض بے زبان مخلوق سمجھ کر اس کی تکلیف سے بے نیاز نہ ہونا، یہ سب اسی ایک صفت رحیمیّت کے انسانی مظاہر ہیں۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (الأحزاب:44)

اس آیت میں رحیمیّت اور نور کو جوڑا گیا ہے۔ رحیم خدا انسان کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے 16 ر فروری کے ارشادات میں یہی پہلو نہایت نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحیمیّت سے فیض پانے والا شخص صرف اپنے لیے رحمت نہیں چاہتا بلکہ اپنے ایمان، عبادت، اعمال صالحہ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ذریعے اس فیض کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضور انور نے یہ بھی واضح فرمایا کہ ایمان کی نعمت پر شکر کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کو درست کرے، استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو پہچانے اور جس پر رحمت ہوئی ہو اس کی زندگی میں شکر پیدا ہونا چاہیے۔ یوں رحیمیت نعمت کو ذمہ داری میں بدل دیتی ہے۔ کیونکہ یہ کیفیت پیدا ہونے پر انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت صرف اس پر نازل نہیں ہوئی بلکہ اسے ایک امانت بھی دی گئی ہے۔ اس کے دل میں رحم آیا تو وہ کسی اَور کے لیے رحمت بن سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں قوّت آئی تو وہ کسی کمزور کو سہارا دے سکتا ہے۔ اس کی زبان میں تاثیر آئی تو وہ کسی مایوس دل کو امید دے سکتا ہے۔ اس کے پاس مال آیا تو وہ کسی ضرورت مند کی مشکل آسان کر سکتا ہے۔ اس کے پاس علم آیا تو وہ جہالت کے اندھیرے میں روشنی پیدا کر سکتا ہے۔ بندہ جب خدا کی رحمت مانگتا ہے تو اس رحمت کا ایک اثر اس کے دل میں اُترتا ہے، دل نرم ہوتا ہے، نرم دل انسان دوسروں کی تکلیف محسوس کرتا ہے، دوسروں کی تکلیف محسوس کرنے والا انسان خدمت کرتا ہے اور خدمت کرنے والا انسان بالآخر اپنی زندگی کو اپنی ذات سے بلند کر کے دوسروں کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 23 ؍فروری اور 2 ؍مارچ 2007ء کے خطبات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو رحیمیّت کے کامل نمونے کے طور پر پیش فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر مخلوقِ خدا کے لیے اس اضطراب کو نمایاں کیا جو خدا تعالیٰ سے انتہائی محبت کا لازمی نتیجہ تھا۔ 2 ؍مارچ کے خطبے میں اسی رحمت کے متعدّد واقعات بیان کرتے ہوئے حضور نے یہ حقیقت واضح فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معمولی سے معمولی تکلیف کو بھی محسوس فرماتے اور مخلوق کی تکلیف دور کرنے کے لیے بے چین ہو جاتے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں رحیمیّت کا کمال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت نے آپ کو انسانوں سے دور نہیں کیا بلکہ انسانوں کے دکھ کے قریب کر دیا، آپ کا خدا سے تعلق آپ کو دنیا سے بے نیاز کرنے کے بجائے دنیا کے لیے رحمت بنا گیا اور آپ کی دعا صرف اپنی ذات تک محدود نہ رہی بلکہ اُمّت، انسانیت اور مخلوق کے لیے خیر کی ایک مسلسل التجا بن گئی۔

رحیمیت ماحول سے بھی تعلق رکھتی ہے کیونکہ زمین صرف ہمارے استعمال کی چیز نہیں بلکہ خدا کی پیدا کردہ ایک وسیع امانت ہے۔ پانی ضائع نہ کرنا، جانوروں پر ظلم نہ کرنا، درختوں کی حفاظت کرنا، آئندہ نسلوں کے حق کو ملحوظ رکھنا، وسائل میں اعتدال اختیار کرنا بھی رحمت کے وسیع اخلاقی مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے۔ جو شخص خدا کی مخلوق سے محبت کرتا ہے وہ اس مخلوق کے گھر کو بے دریغ تباہ کرنے میں اطمینان محسوس نہیں کر سکتا۔

لیکن ان تمام آفاقی پہلوؤں کے باوجود رحیمیّت کا آغاز کہیں باہر سے نہیں ہوتا۔ اس کا آغاز انسان کے اپنے دل سے ہوتا ہے۔ دنیا کو بدلنے سے پہلے دل کو بدلنا پڑتا ہے۔ معاشرے میں امن پیدا کرنے سے پہلے زبان میں امن پیدا کرنا پڑتا ہے۔ دوسروں سے رحم مانگنے سے پہلے اپنے اندر رحم پیدا کرنا پڑتا ہے۔ خدا کی رحمت کا طالب بننے سے پہلے انسان کو اپنی محتاجی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عاجزی، دعا، تضرّع، تزکیۂ نفس، عمل صالح اور توجہ الی اللہ کو رحیمیّت کے فیضان سے جوڑا ہے۔

یہاں آکر پورے مضمون کا فکری سفر ایک نقطے پر جمع ہوتا ہے۔ رحیمیت انسان کو پہلے خدا کے سامنے جھکاتی ہے، پھر اپنے نفس کے سامنے سچ بولنا سکھاتی ہے، پھر اپنے عمل کو درست کرنے کی قوت دیتی ہے، پھر مخلوق کے دکھ کو محسوس کرنے والا دل عطا کرتی ہے اور آخر کار اسے خود خیر و رحمت کا ذریعہ بنا دیتی ہے۔ یہی وہ تدریجی تبدیلی ہے جس میں ایک عام انسان اخلاقی اور روحانی انسان بنتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 9 ؍فروری 2007ء کے خطبے میں عاجزی اور انکساری کو رحیمیّت سے فیض پانے کی بنیادی شرط کے طور پر بیان کیا، 16 ؍فروری کو اس فیض کو عمل صالح، حقوق اللہ، حقوق العباد، دعا، ہجرت، قربانی اور استغفار کے ساتھ مربوط کیا، 23 ؍فروری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بنی نوع انسان سے ہمدردی کو رحیمیّت کا عملی نمونہ قرار دیا اور 2 ؍مارچ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے واقعات کے ذریعے اس حقیقت کو مزید روشن فرمایا کہ رحیمیّت محض ایک تصوّر نہیں بلکہ مخلوق کی تکلیف کو محسوس کرنے اور اسے دور کرنے کی عملی کیفیت ہے۔

الغرض رحیمیّت میں یہ عظیم راز چھپا ہے کہ خدا کی رحمت انسان کو صرف بچانے کے لیے نہیں آتی، اسے کسی دوسرے کے لیے رحمت بنانے کے لیے بھی آتی ہے۔ جس دل نے خدا کی مغفرت محسوس کی ہو وہ دوسروں کے لیے درگزر سیکھتا ہے، جس نے اپنی کمزوری پر خدا کا پردہ دیکھا ہو وہ دوسروں کی کمزوریوں کو بازار میں نہیں لاتا، جس نے اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ذائقہ چکھا ہو وہ دوسروں کے لیے دعا کرنا سیکھتا ہے اور جس نے اپنی بے بسی میں خدا کا ہاتھ محسوس کیا ہو وہ کسی بے بس انسان کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ یوں رحیمیّت کا فیض ایک فرد پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ایک دل سے دوسرے دل تک منتقل ہوتا رہتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں صفتِ رحیمیت کا علم عمل میں ڈھلتا ہے، عمل اخلاص میں بدلتا ہے، اخلاص قربِ الٰہی کی طرف لے جاتا ہے اور قربِ الٰہی انسان کو پھر مخلوقِ خدا کے لیے رحمت بنا دیتا ہے۔ اس طرح رحیمیت کا سفر ایک عجیب دائرہ مکمل کرتا ہے۔ آغاز خدا کی رحمت سے ہوتا ہے، انسان اس رحمت کا محتاج بن کر دعا کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، اپنے نفس کو پاک کرتا ہے، نیکی اختیار کرتا ہے، پھر خدا کی خاص رحمت اسے سنبھالتی ہے اور بالآخر وہی انسان خدا کی مخلوق کے لیے خیر، شفقت اور ہمدردی کا وسیلہ بن جاتا ہے اور یہی شاید انسان کی روحانی زندگی کی سب سے خوبصورت منزل ہے کہ وہ خدا سے رحمت مانگتے مانگتے خود کسی کے لیے رحمت بن جائے، مغفرت مانگتے مانگتے دوسروں کو معاف کرنا سیکھ جائے، پردہ پوشی کا طالب ہوتے ہوئے دوسروں کے عیوب اچھالنے سے رک جائے، خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے مخلوق کے لیے نعمت بن جائے اور اپنے رب کے قرب کی تلاش میں چلتے چلتے اس مقام تک پہنچ جائے جہاں اس کے قدموں سے کسی کو اذیت نہ ہو، اس کی زبان سے کسی کا دل نہ ٹوٹے، اس کے اختیار سے کسی پر ظلم نہ ہو اور اس کے وجود سے جہاں تک ممکن ہو خیر پہنچتی رہے۔ تب رحیمیت صرف ایک صفت نہیں رہتی، ایک طرزِ زندگی بن جاتی ہے۔

سامعین! تقریر کے آخری حصّے میں رحیمیّت صفَت کے تحت اللہ سے دعا کرنے کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ اِس ضمن میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رحم مانگنے اور اِس کے حصول کے لئے جو دعائیں قرآن نے،

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اَور مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے مانگی ہیں اُن میں سے ایک ایک، دو دو بطور نمونہ بتادوں تاہم میں سے ہر کوئی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے ارشاد کی تعمیل میں **الرَّحِیْم** کی صفَت اپنا کر ماحول میں بسنے والے افراد و خواتین کے لئے رَحم دکھلانے والے ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کے پیشِ نظر اپنے اللہ سے یہ دعا کی۔

أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (الانبیاء:84)

کہ مجھے سخت اذیت پہنچی ہے اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو حکمِ الٰہی کے خلاف جس شجرہ کے پاس جانے سے روکا گیا تھا۔ اس غلطی کی پاداش میں آپ کو یہ دعا سکھلائی گئی تھی۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الأعراف:24)

اُن دونوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں دعاؤں میں سے رحمت کی تلاش میں ایک دعا بتاتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (بخاری)

کہ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے اعلیٰ دوست یعنی اپنی ذات سے ملا دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ (تذکرہ صفحہ 392)

پھر یہ دعا القاء ہوئی۔

یا اللہ! رحم کر (تذکرہ صفحہ 601)

پھر آپ علیہ السلام کی الہامی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے۔

رَبِّ ارْحَمْنِیْ اِنَّ فَضْلَكَ وَرَحْمَتَكَ يُنْجِيْ مِنَ الْعَذَابِ (تذکرہ صفحہ 621)

کہ اے میرے ربّ! مجھ پر رَحم فرما۔ یقیناً تیرا فضل اور تیری رحمت عذاب سے نجات دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم پر **الرَّحِیْم** صفَت کے تحت ہم سب پر رجوع برحمت ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "رحیمیت اپنے فیضان کے لئے موجود ذوالعقل کے منہ سے نیستی اور عدم کا اقرار چاہتی ہے۔ اور صرف نوع انسان سے تعلق رکھتی ہے"۔ (ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 243)

یعنی اس صفت سے اگر فیض اٹھانا ہے تو ہر انسان جو عقل اور شعور رکھتا ہے اپنی عاجزی اور انکساری کو بڑھائے اور دعا اور تضرع کی طرف توجہ کرے اور تبھی پھر فیض حاصل ہو گا۔ تکبر اور غرور اپنے اندر سے نکالو گے تبھی صفت رحیمیت سے فیض پاؤ گے۔ یعنی نیک اعمال ہوں گے تو فیض سے حصہ ملے گا کیونکہ اگر کسی بھی قسم کی بڑائی ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور اُس عاجزی سے انسان حاضر ہو ہی نہیں سکتا جو اس کے ایک عبد بننے کے لئے ضروری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا تقاضا ہے کہ اپنی ہستی کو کچھ نہ سمجھے، اپنے وجود کو کچھ نہ سمجھے، اپنی ذات کو کوئی حقیقت نہ دے۔"

(بتعاون: نعیم اللہ باجوہ۔ آسٹریلیا)